بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالہ

برائے تیسرا سالانہ تربیت الفضلاء کا علمی وفکری اجلاس

موضوع

ملکی سیاست میں اہلِ علم کی شرکت

مقالہ نگار

مفتی محمد ابوبکر جابر قاسمی

ناظم ادارۂ کہف الایمان بورابنڈہ حیدرآباد

تاریخ انعقاد: ۶-۷-۸ /شوال المکرم ۱۴۴۵ھ

مطابق: ۱۶-۱۷-۱۸ /اپریل ۲۰۲۴ء

بروز منگل، بدھ، جمعرات

بمقام: خانقاہِ جمالیہ، انکے پلی، معین آباد، تلنگانہ

نَحمَدُہ وَنُصلّی علٰی رَسُولِہ الکَریمِ اَمَّابعدُ!

سیاست کا اثر طبیعتوں پر

شرعی سیاست اسلام کا شعبہ ہے، دین انفرادی ہے اجتماعی بھی، دیانات مقصود ہیں سیاسیات وسائل، اور موعودات میں سے ہیں مقاصد میں سے نہیں:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ. (الحج:۴۱)

ملکی سیاست سے واقف ہونا اور اثر انداز ہونا مؤمنانہ زندگی کا حصہ ہے، دین داری کا تقاضہ ہے کہ ذاتی اعتقادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر محنت کے ساتھ ملی مسائل اور اجتماعی مشکلات میں دل چسپی ضرور ہو، ومَن لم يَهْتَمَّ بأمرِ المسلمينَ فليس منهم.

لیکن قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ پر بصیرت والی نظر کے بغیر صرف میڈیا کے زیر اثر صحافت کی روشنی میں تبصرہ وتجزیہ کرنا سنگین غلطی ہے، آج کل تحلیل وتجزیہ بھی نہیں؛ مرعوبیت وشکست خوردگی کی نفسیات غالب آتی جارہی ہیں، گویا حکومت کا چھن جانا پورے اسلام اور تمام مواقع وامکانات کا کھوجانا ہے، حالاں کہ حکومت آنی جانی چیز ہے اور اسلام ومسلمان قیامت تک کے لیے ہیں، آزمائش اور حالات سے تربیت تو ہوتی رہے گی، کوئی ظالم قیامت تک باقی رہنے کے لیے نہیں ہے، رات کا اندھیرا ہمیشہ باقی نہیں رہتا، زندہ قوموں کو ہی چیلنج آتے ہیں، انہیں ہی للکارا جاتا ہے، انضمام قبول نہ کرنے والوں ہی سے خطرات واندیشے ہوتے ہیں، سیاسی زوال کے دور میں بڑے بڑے تجدیدی کام ہوئے ہیں، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دور کے بارے میں فرماتے ہیں:

> سیاسی انتشار، اجتماعی بدنظمی اور انحطاط کے باوجود انفرادی طور پر علمی کمالات، تدریسی و تصنیفی انہاک، روحانی یکسوئی، باطنی ترقی اور نفوس کے تزکیہ واصلاح کا دور تھا، جس میں متعدد ایسی باکمال اور ممتاز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کو اس دور انحطاط سے کوئی مناسبت اور جن پر حالات سے یاس و ہراس کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا، کہتے ہیں کہ بہت سے علمی و ادبی شاہکاران افراد کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں جو کسی مزمن مرض میں مبتلا، یا کسی

معذوری اور اندرونی صدمہ کا شکار تھے، علمائے نفسیات اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں قوتِ مقابلہ اور اس مجبوری کی تلافی کا عزم ابھر آتا ہے، اور آدمی سے ایسے کام کرالیتا ہے جو معتدل (NORMAL) حالات میں نہیں ہوتا، ہندوستان کے اس دور کا علمی اور روحانی پہلو اور اس دورِ انحطاط میں ایسی قدآور شخصیتوں کا ظہور، ایک مریض اور برسر انحطاط معاشرہ کی اندرونی قوتِ مقابلہ کا ثبوت اور اسلام کی مردآفرینی اور آدم سازی کی صلاحیت کی دلیل ہے۔

وفورِ علم، ذہانت، قوتِ تدریس اور حسنِ تصنیف کے لحاظ سے ہمیں اس دور میں مولانا احمد بن ابوسعید عرف ملا جیون امیٹھوی (۱۰۴۷ھ - ۱۱۳۰ھ) صاحب نور الانوار اور **التفسیرات الأحمدية**، ملا حمد اللہ سندیلوی (م ۱۱۶۰ھ) صاحب شرح سلم مشہور بحمد اللہ، مولانا محمد حسن معروف بملا حسن فرنگی محلی صاحب شرح سلم مشہور بملا حسن (م ۱۱۹۹ھ) مولانا رستم علی قنوجی (م ۱۱۷۸ھ) شیخ صبغۃ اللہ خیرآبادی (م ۱۱۵۷ھ) شیخ علی اصغر قنوجی (م ۱۱۴۰ھ) مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۰ھ-۱۲۰۰ھ) مولانا غلام نقشبند لکھنوی (م ۱۱۲۶ھ) قاضی محب اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ) مصنف سلم العلوم و مسلم الثبوت (جنھوں نے تقریباً ایک صدی تک ہندوستان کے علماء و مدرسین کو ان دونوں کتابوں کی شرح و تحشیہ میں مشغول رکھا، اور ان کی کتابیں مصر تک کے علماء کبار اور اساتذۂ ازہر کی مرکزِ توجہ رہیں) قاضی مبارک گوپاموی (م ۱۱۶۲ھ) مصنف شرح مسلم معروف بقاضی، مولانا محمد اعلی تھانوی مصنف کشان اصطلاحات الفنون (جو اپنے موضوع پر بے نظیر کتاب ہے) اور سب سے اول و آخر میں ملا نظام الدین لکھنوی (م ۱۱۶۱ھ) جن کے ترتیب دیے ہوئے درس کا سکہ ہندوستان سے بخارا اور سمرقند تک رواں ہے، اور جن کو مصنفِ نزہۃ الخواطر نے **غيث الإفادة الهتون العالم بالربع المسكون، أستاذ الأساتذة وإمام الجهابذة** کے القاب سے یاد کیا ہے، جیسے سرآمد روزگار اور فخر بلاد و امصارِ عالم، مدرس، مصنف اور پوری پوری علمی تحریک اور سلسلۂ تدریس و تربیت کے بانی اسی صدی کے رجال و اعیان میں تھے۔

یہ سلوک وطریقت کے لحاظ سے دیکھیے تو اس صدی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۱۱ھ-۱۱۹۵ھ) سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی ہستی موجود تھی، جن کے متعلق خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کی شہادت ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے بزرگ زیادہ تعداد میں پائے نہیں جاتے؛ چہ جائیکہ ایسے زمانہ میں جو فتنہ وفساد سے پر ہے۔

سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ اور ملا نظام الدین بانی درسِ نظامی کے مرشد حضرت سید عبد الرزاق بانسوی (م ۱۱۳۶ھ) سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے مجدد شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (م ۱۱۴۰ھ) اور اسی سلسلہ کے ناشر وامام شاہ فخر الدین (شاہ فخر د دہلوی) (م ۱۱۹۹ھ) سلسلہ قادریہ کے مشہور شیخ شاہ محمد غوث قادری لاہوری (م ۱۱۵۴ھ) سلسلہ نقشبندیہ کے شیوخ کاملین شیخ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ) خواجہ محمد ناصر عندلیب (والد خواجہ میر درد) (م ۱۱۷۲ھ) شاہ منیب اللہ بالا پوری اور حضرت شاہ نور محمد بدایونی (م ۱۱۳۵ھ) اس عہد میں مسند آرا اور فیض رساں نظر آتے ہیں، غرض یہ زمانہ سلاسلِ ثلاثہ: قادریہ چشتیہ، نقشبندیہ کے شیوع و انتشار کا زمانہ تھا، اور تینوں سلسلوں کے شیوخ کاملین موجود تھے، حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے:

در عہد محمد شاہ بست ودو بزرگ صاحب ارشاد از ہر خانوادہ در دہلی بودند، وایں چنیں اتفاق کم می شود۔

محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں بائیس بزرگ صاحبِ ارشاد مختلف خانوادوں سے تعلق رکھنے والے دہلی میں موجود تھے، اور ایسا اتفاق کم ہوتا ہے۔

اور مولانا اسماعیل ریحان صاحب نے دورِ زوال میں علماء کرام کے کارناموں کو بہت اہتمام سے لکھا ہے، اسے اچھی طرح پڑھا جانا چاہیے، ترکی اور رشیا کے دورِ ظلم میں مجددین اکابر کی جدوجہد کو دیکھنا چاہیے، کوئی بھی دینی کام کی منصوبہ بندی محض وقتی سیاسی حالات کے ردِ عمل کے طور پر نہیں ہونا چاہیے، قرآن، حدیث، سیرت اور تاریخ کے ٹھوس اور اٹل قوانین کو سامنے رکھ کر اپنے کام کو سوچا جانا چاہیے، موجودہ زمانے میں سیاسی حالات کا طبائع پر اتنا دباؤ بڑھتا جارہا ہے کہ دینی خدام کے ذہن میں غیر حقیقی مطالبات بڑھتے جارہے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ فرعونی نظام کیوں غالب آگیا؟ دفعۃً یہ کیسے ختم ہوجائے؟ اب تک ہمارے بڑوں نے

کیا کیا؟ ہمارا وجود خطرے میں ہے وغیرہ۔

حضرت علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے اپنی تحریروں میں واضح فرمادیا کہ اس ملک میں کام کرنے کا طریقہ وہی ہونا چاہیے جو حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہا اللہ کا ہے، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب دعوت دین واحد حل میں واضح کردیا کہ یہاں نہ قتالِ اقدامی کا جواز ہے نہ ہجرت کا، صرف اور صرف مسلمانوں کی علمی، معاشی، سماجی اصلاح کے ساتھ غیر مسلم بھائیوں تک دعوتِ حق پہنچانا حل ہے، اپنے ذہنوں کو مکمل طور پر اسی طے شدہ طریقۂ کار پر مرکوز کردینا چاہیے، چلائے جانے والے مختلف ویڈیوز اور پڑوسی ملک کی جذباتی تحریروں سے متاثر نہیں ہونا چاہیے، مرعوبانہ تاثر سے نکلے بغیر ہمارا کوئی کام صحیح رخ پر نہیں ہوسکتا۔